امام اعظم امام دین
رحمۃ للعالمین

ایک خدا ایک نبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے موضوع پر

شہید ملت حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر کا خصوصی خطاب ۱۲ ربیع الاول ۱۹۸۵ء

مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

ادارہ شہدائے اسلام
الجامعۃ السعیدیہ اہلحدیث (رجسٹرڈ) قصور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاقب منصور

مہد سے لحد تک

مسافروں سے کہو راستے سے شکست نہ کھائیں

میں لا رہا ہوں خود اپنے لہو سے بھر کے چراغ

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب جو آپ نے بارہ ربیع اول سنہ ۱۴۰۷ھ سنہ ۱۹۸۶ء کو جناح ہال لاہور میں کیا یہ خطاب ایک تاریخی خطاب کی حیثیت اختیار کر گیا ہماری تنظیم کے فیصلے کے مطابق ناظم تبلیغ اہلحدیث یوتھ فورس سرگودھا جناب مولانا طاہر محمود نے انتہائی محنت کر کے اس تقریر کو تحریر میں بدلا جو کہ ہدیہ ناظرین ہے اور مجھے حکم ہوا کہ چند مختصر سے الفاظ میں علامہ صاحب کے حالاتِ زندگی کا تذکرہ کروں کیونکہ علامہ احسان الٰہی ظہیر وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے قافلے کے مسافروں کو شکست کھانا سکھائی نہیں اور اس قافلے کو رواں رکھنے کیلئے آپ نے اپنے خون کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ سیالکوٹ کے ایک متوسط گھرانے میں سنہ ۱۹۴۰ء میں جناب حاجی ظہور الٰہی کے گھر پیدا ہوئے اُن کے والد گرامی حاجی ظہور الٰہی صاحب ایک متقی پرہیزگار اور نیک سیرت انسان ہیں حاجی ظہور الٰہی صاحب چونکہ ایک نیک انسان تھے اس لیئے انھوں نے حضرت علامہؒ کو دینی تعلیم کے لیئے مقامی مسجد کے مدرسے میں داخل کروا دیا جہاں انھوں نے صرف ۹ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ حفظ قرآن کے بعد آپ کو جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں داخل کروا دیا گیا

، ورا س مدرسہ میں آپ نے درس نظامی کی تعلیم کو مکمل کیا اس کے بعد آپ جامعہ سلفیہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث میں سند حاصل کی اور اسی دوران آپ نے عربی اور فارسی کے متعدد امتحانات بھی پاس کئے یہاں سے فارغ ہوئے تو اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں چلے گئے مدینہ یونیورسٹی میں آپ نے دوران تعلیم اپنی پہلی کتاب قادیانیت لکھی جو دلائل کے لحاظ سے اُن سب کتابوں سے اہم ہے ۔جو قادیانیوں کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ وطن واپس آگئے پاکستان آکر آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی مختلف ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ کی تعلیم کی تفصیل یُوں ہے۔

دینی تعلیم ۔حفظ قرآن ۔ درسِ نظامی ۔ فاضل عربی ۔ فاضل فارسی ۔ فاضل مدینہ یونیورسٹی

(۱) ایم اے عربی ۔ (۲) ایم اے فارسی ۔ (۳) ایم اے اسلامیات ۔ (۴) ایم اے سیاسیات ۔ (۵) ایم اے اُردو ایم او، ایل (عربی فارسی) اور ایل، ایل، بی کراچی سے پاس کیا ۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ تصانیف پر بھی کافی توجہ دیتے تھے اور ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ پاک ہند میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ جس کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ اس کی تصانیف اہلِ عرب کی تعلیم گاہوں میں بطور نصاب درساً پڑھائی جاتی ہُوں۔ آپ نے فرق کا موضوع منتخب کیا اور اس موضوع پر ذیل کتب تصنیف کی ۔

زبان	نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	تعداد ایڈیشن	کل ایڈیشن
عربی	۱	القادیانیۃ	۳۲۰	دس ہزار	بیس
//	۲	الشیعۃ والسنۃ	۲۱۲	دس ہزار	بائیس
//	۳	الشیعۃ والتشیع	۴۱۲	تیس ہزار	دو

زبان	نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	تعداد ایڈیشن	کل ایڈیشن
عربی	۴	الشیعہ واہل البیت	۳۱۲	دس ہزار	تین
"	۵	الشیعہ واہل البیت	۳۱۲		پانچ
"	۶	البحائیہ نقد و تحلیل	۳۱۷		سات
"	۷	البابیتہ عرض و نقد	۴۹۶		ایک
"	۸	البریلویہ	۲۵۲		تین
"	۹	الاسماعیلیہ	۱۰۰۰	دس ہزار	پہلا

انگریزی ۱۰ قادیانیت (۱۱) شیعیت انگریزی (۱۲) شیعہ وسنت فارسی۔ (۱۳) مرزائیت اور اسلام اردو (۱۴) نقوش ابوالوفا ذ اردو (۱۵) کتاب الوسیلۃ انگریزی (۱۶) الوسیلۃ اردو (۱۷) کتاب التوحید انگریزی (۱۸) سقوط ڈھاکہ اردو (۱۹) سفر حجاز اردو۔

ان بڑی بڑی کتابوں کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی کتابیں اور مضامین بھی لکھے

آپ جب وطن واپس آئے تو جمعیت اہلحدیث نے اپنی تاریخی مسجد چینیاوالی کی خطابت اور جمعیت کا ترجمان الاعتصام کی ادارت آپ کے سپرد کردی اس کے ساتھ ساتھ مختلف اخبارات ورسائل میں آپ کے گران قدر مقالات بھی شائع ہوتے رہے۔

کچھ عرصہ آپ تحریک استقلال میں بھی شامل رہے اور اس کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات کے عہدہ کو سنبھالے رکھا۔ پھر نوجوانوں کے اصرار پر آپ نے تحریک استقلال کو خیرباد کردیا اور اپنی زندگی کو جمعیت اہل حدیث کے لیئے وقف کر دیا۔

سنہ ۱۹۸۶ء میں آپ نے جزوی طور پر عملی سیاست میں حصہ لینا شروع

کر دیا۔ خاص کر اپنے خطبوں اور تقاریر میں وہ حالاتِ حاضرہ کو بھی موضوعِ سخن بناتے تھے جمعیت اہلحدیث کو منظم کرنے اور فعال بنانے میں آپ نے زبردست محنت کی اور تادمِ مرگ اس جدوجہد میں مصروف رہے۔

آپ نے زندگی کے آخری سال میں ملک بھر کے طوفانی دورے کئے اور اس کے ساتھ کلمۂ حق کی سربلندی توحید و سنت کی اشاعت اور جہاد کے لیے لوگوں کو تیار کیا اسی جدوجہد میں مصروف ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے قومی دن آپ کو اور آپ کے رفقاء کو ایک زبردست ٹائم بم کے ذریعے ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ جس میں شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے علاوہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی مولانا عبدالخالق قدوسیؒ اور نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن قائد یوتھ فورس جناب محمد خان نجیبؒ شہید ہوئے قائدین کے علاوہ چھ اور افراد نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر کو فوراً میو ہسپتال لاہور میں پہنچا دیا گیا۔ کچھ دن یہاں علاج کے بعد سعودی عرب کے شاہ فہد نے ان کو اپنے خرچے پر ریاض بلوا لیا۔ جہاں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ مرحوم کی اولاد میں پانچ ۵ بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں بڑے بیٹے ابتسام الٰہی کی عمر اس وقت چودہ ۱۴ سال ہے ابتسام الٰہی نے علامہ صاحب کے ہمراہ بہت سے دورے بھی کئے اور بڑے بڑے جلسوں میں خطاب بھی کیا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ اس شہزادے کو علامہ کی آواز بنا دے علامہ کی گفتار بنا دے علامہ کا علم بنا دے علامہ کی گونج بنا دے اور یہ شہزادہ اپنے باپ کی طرح اس مشن کو کامل اور مکمل کر دے۔

دعا گو! **ثناء اللہ ثاقب**

نائب صدر اہل حدیث یوتھ فورس ضلع سرگودھا

ناظم اعلیٰ اہل حدیث یوتھ فورس شہر سرگودھا

تقدیم

پروفیسر ساجد میر

زندہ قومیں اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کیا کرتیں۔ اور محسن بھی جب علامہ احسان الٰہی ظہیر جیسے ہوں جنہوں نے اپنی زندگی تک اہلحدیث کی ترقی و بقا کے لیئے نچھاور کر دی ہو۔ تو انہیں کس طرح بھلا یا جاسکتا ہے؛ تاہم انھیں یاد رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اُن کے پیغامات کو یاد رکھیں اور اسی پر عمل کریں۔

علامہ شہید کا پیغام اُنکی ولولہ انگیز تقاریر میں موجود ہے اور ان میں سے ایک بہترین تقریر یہ ہمارے نوجوان اور سرگرم ساتھی جناب ثناء اللہ ثاقب قصوری بڑی محنت اور سلیقہ سے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں سیرت کے موضوع پر حضرت علامہ کے بیان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ؛

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا!

پھر اس تقریر میں سیرتِ مقدسہ کے بیان کے ساتھ ساتھ اہل حدیث کیلئے ان کی منزلِ مقصود کی نشان دہی بھی کی گئی ہے اور انہیں اِن کا مقام و منصب سمجھایا گیا ہے اس لحاظ سے یہ تقریر اور بھی قیمتی اور مفید ہو گئی ہے اللہ سے دُعا ہے کہ وہ اس کی اشاعت کو ہم سب کے لیئے زیادہ سے زیادہ نفع و برکت کا باعث بنا دے۔ آمین

ساجد میر ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث پاکستان

۲۸-۱۲-۸۷

بشیر انصاری

حرفِ سپاس

یہ جان کر بےحد مسرت ہوئی کہ اہلحدیث یوتھ فورس سرگودھا کے نہایت مخلص راہنما جناب ثناء اللہ ثاقب، شہید ملت حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خطاب دلنواز (۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۹۸۶ء جناح ہال لاہور) کو جاذبِ نظر پمفلٹ کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ بلاشبہ علامہ شہیدؒ علم و خطابت کے بادشاہ تھے۔ وہ جس محفل میں ہوتے پُر محفل ہوتے۔ اسے شاعر کی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے۔

وہ آئے بزم میں اتنا تو دیکھا میرؔ — پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حقیقت ہے کہ ان کے لہجے کی گھن گرج ایوانِ شرک و بدعت میں لرزہ طاری کر دیتی تھی۔ ان کے دلائل کی ثقاہت سے کئی جُبّہ و دستار کے حامل انگشت بدنداں رہ جاتے تھے، اور صنم کدے ان کی صدائے حق سے پناہ گاہوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ سبھی جانتے ہیں کہ حضرت علامہ کتاب و سُنّت کی بالادستی، مسلک کی تبلیغ و اشاعت، جماعت کی ترقی، ملکی استحکام، اور جمہوری اقدار کے احیاء کے لیے پوری زندگی کوشاں رہے۔ اسی مشن کے لیے انھوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے قرونِ اولیٰ کی یادیں تازہ کر دی ہیں۔

اہلحدیث یوتھ فورس کے کارکن مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہ قائدین جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کی رہنمائی میں حضرت علامہ شہید کے پیغام کو قریہ قریہ بستی بستی پہنچانے میں کوشاں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت علامہ شہیدؒ کی تمام

تقاریر، خطبات اور بیانات ترتیب دے کر نہایت خوبصورت انداز میں شائع کیے جائیں۔ ان کی تقریریں اور تحریریں جماعت کے لیے گرانقدر سرمایہ ہیں۔
اللہ تعالیٰ شہیدؒ کی قبر پر اپنی رحمتیں برسائے اور ان کی حسنات کو قبول فرمائے

بشیر انصاری
مدیر اعلیٰ ہفت روزہ الاسلام
۵۰ ۔ نوئر مال لاہور

۲۰ دسمبر ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

از قلم احمد اعظم

الحمد للہ رب العلمین والعافیۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس موضوع حقیقتاً کتاب کی تفسیر ہے۔ قرآن متن ہے اور سیرت طیبہ اس کی تشریح و توضیح ہے۔ قرآن کا عملی نمونہ سیرت مصطفیٰ ہے قرآن میں ہے۔
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ رسول کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

لہٰذا اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاقیات و تہذیب و تمدن غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ اختیار کرے تو پھر مسلمان ہے۔ آپ کے اسوہ حسنہ کی اتباع کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی دعوت اہلحدیث کی دعوت ہے۔ اہلحدیث یوتھ فورس کے رہنما جناب ثناء اللہ ثاقب صاحب نے شہید اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی ایمان افروز تقریر بر سیرت النبیؐ کے موضوع پر شائع کر کے ایک دینی فریضہ سرانجام دیا ہے۔ حضرت علامہ شہیدؒ کی تمام تقاریر خطبات اور ان کی علمی و تحقیقی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنا چاہیے۔
جو کہ علم دین کا عظیم سرمایہ ہے۔

• علامہ شہیدؒ نے کتاب و سنت کی اشاعت اور ملک و جماعت کی ترقی و استحکام کے لیے اپنی پوری زندگی جرأت اور بے باکی کے ساتھ دعوت حقہ کو پیش کیا

اور آخر اسی راہ حق میں اپنی جان کو قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ شہید اسلام کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

جناب ثناء اللہ ثاقب اور ان کے رفقاء لائق تحسین ہیں جو علامہ مرحوم کے خطبات اور بیانات کو ترتیب دے کر خوبصورت انداز میں شائع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ کتاب و سنت کی اشاعت و تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے آمین

الراقم: محمد اعظم مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ
جنرل سیکرٹری جمعیت اہلحدیث پنجاب

جناح ہال کا اسٹیج اور نعیم بادشاہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یوں تو مجھے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ میں بچپن سے ہی حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر کی اقتداء میں نماز جمعہ جامع مسجد چینیانوالی لاہور میں ادا کرتا رہا اور پھر تقریباً دس سال قائد شہید کی امامت میں نماز تراویح اور خلاصہ قرآن مجید سننے کا موقع ملا اور پھر لاہور شہر چونکہ مذہبی اور سیاسی تحریکوں کا مرکز رہا ہے تحریک ختم نبوت اور پھر تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی حضرت نے قائدانہ کردار ادا کیا اور میں نے بھی بطور رضاکار ان تحریکوں میں بھر پور حصہ لیا اس طرح قائد شہید سے میری قربتیں بڑھتی رہیں اسی اثناء میں ۱۹۸۰ء میں آغا شورش کاشمیری مرحوم کی برسی کے سلسلہ میں جناح ہال لاہور میں ایک جلسہ تھا اور اس جلسے سے دوسرے مقررین کے علاوہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر نے بھی خطاب فرمایا میں بھی وہاں حاضر تھا حضرت کی تقریر اتنی زوردار تھی اور قائد شہید نے سب

مقررین سے زیادہ داد حاصل کی میں نے اسی وقت اور اسی جگہ یہ فیصلہ کیا کہ آج کے بعد جب بھی حضرت علامہ صاحب جناح ہال میں تشریف لائیں گے تو اپنے اسٹیج سے ہی آئیں گے اور اس کے بعد ۱۹۸۱ء سے لیکر ۱۹۸۶ء تک قائد شہید ہر سال ۱۲ر ربیع الاول کو جناح ہال میں سیرت النبیؐ کانفرنس سے خطاب فرماتے رہے جب میں ۱۹۸۶ء کی سیرت کانفرنس کیلئے قائد شہید سے وقت لینے کیلئے انکی رہائش گاہ پر حاضر ہوا تو میرا چہرہ دیکھتے ہی مسکرا کر (۱۲ر وفات کے جلسہ کی نسبت سے) فرمانے لگے وہی وفاتیے آ گئے ہیں اور میں بھی جواب میں مسکرا کر رہ گیا۔ اور پھر نہایت ہی شفقت سے جناح ہال کے جلسہ کیلئے وقت عنایت فرمایا اور ہم کو نہیں معلوم تھا کہ حضرت علامہ صاحب کا جناح ہال میں یہ آخری خطاب ثابت ہوگا۔

اور تو قائد شہید سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں لیکن مجھے یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ۱۸ر اپریل ۱۹۸۶ء کا موچی دروازہ لاہور کا تاریخی جلسہ عام بھی میری تجویز پر ہی منعقد ہوا تھا لاہور میں ہوتے ہوئے تقریباً ہر روز حضرت سے ملاقات ہوتی تھی ۱۹ر مارچ کو بلال گنج لاہور میں ایک بہت بڑا جلسہ تھا۔ جس سے حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ مولانا حبیب الرحمن یزدانی اور محمد خان نجیب شہید نے بھی خطاب فرمایا تھا اسی رات کو قائد شہید سے تفصیلی بات چیت ہوئی اور آخری ملاقات ۲۳ر مارچ ۱۹۸۷ء (قیامت کی رات) قلعہ لچھمن سنگھ جلسہ کے اسٹیج پر ہوئی اور پھر قائد کی شہادت کے ½۱ ماہ بعد ان کی شہادت کا علم ہوا

تحریر

شیخ محمد نعیم بادشاہ

نائب صدر اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان

محی الدین سلفی

ابتدائیہ

محترم قارئین ! یہ دور گمراہی، الحاد، شرک و بدعت کا دور ہے ایسے دور میں کلمۂ حق بلند کرنے والے خال خال نظر آتے ہیں لیکن پھر بھی مردانِ خدا اپنی ذمہ داریاں کو محسوس کرتے ہوئے ہر کفر و شرک اور ہر طاغوت کے ساتھ اپنی پوری قوتِ ایمانی سے ٹکراتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے بھی طاغوت کو نیچا کر کے چھوڑا۔ شہید اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسلاف اور بزرگان دین کی سُنّت کو اپناتے ہوئے توحید کا پرچم بلند کرنے کیلئے اور آئینِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بالادستی کے لیے جابر ظالم آمر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ببانگ دہل شیر کی طرح گھونجتے اور گرجتے رہے کسی لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر زندگی کے ہر شعبہ میں جہاد کیا کتابیں لکھیں۔ مضامین لکھے ماہنامہ ترجمان الحدیث جاری کیا۔ الاسلام جاری کیا دوسرے مجلوں کو اپنے عظیم تحریری جہاد سے مزین کیا۔ خطابات کئے جمعات پڑھائے درس دیئے جلسہ ہائے عام کئے مناظرے کئے جب بھی سیاسی یا مذہبی میدانوں سے کسی فرعون نے سر اُبھارا تو اس کا غرور توڑنے کیلئے شہید اسلام میدان عمل میں آگئے اور اس کی ایک ایک بات کا بھرپور ایسا مسکت جواب دیا کہ پھر کسی کو بات کرنے کا یارا نہیں رہتا تھا۔ خدا کے فضل سے اب مخالفین اُن کے نام سے کانپ جاتے تھے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا بالآخر بُزدلوں اور کمینے مخالفین کو جب معلوم ہوا کہ ہم حضرت علامہ شہید رحمۃ

اللہ علیہ کا کسی بھی طریقے سے مقابلہ نہیں کر سکتے تو ان ظالم درندوں نے حضرت کو اپنے راستہ سے ہٹانے کیلئے انتہائی گھٹیا بزدلانہ اور سفاکانہ بم کا حملہ کر کے انکو ان کے رفقاء سمیت شہید کر دیا۔ ان بزدلوں نے سوچا ہوگا کہ شاید اس طرح یہ حق کی آواز دب جائے گی ان کو کیا علم تھا کہ حضرت شہید اسلام نے اپنے ساتھیوں کی تربیت بھی ایسی کر دی ہے کہ اب وہ کتاب وسنّت کی سربلندی کیلئے حضرت کے نقش قدم پر چل کر یا تو اسلام نافذ کروالیں گے یا وہ بھی حضرت علامہ شہید رحمتہ اللہ علیہ کی طرح درجہ شہادت حاصل کرنے کی سعادت حاصل کر لیں میں بسا اوقات حیران ہوتا ہوں۔ جو لوگ بالکل بھولے بھالے تھے اب سٹیجوں اور ممبروں پر شیروں کی طرح گرج رہے ہیں یہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان ہے اور تربیت کا اثر ہے آپ اسی بات سے اندازہ لگالیں کہ اہل حدیث یوتھ فورس کے نوجوان بستی بستی قریہ قریہ شہر شہر حضرت علامہ کی زبان بنے ہوئے ہیں اور یہ شیروں کی طرح بپھرے ہوئے نوجوانوں کا قافلہ منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے رواں دواں ہے جو بھی ان کے راستے میں اٹکے گا کٹ جائے گا۔ میرے جوانسال ساتھی اور برخوردار جناب ثناء اللہ ثاقب صاحب بھی ان نوجوانوں میں سے ایک ہیں جو کبھی بولنا نہیں جانتے تھے اب سٹیج کے دھنی معلوم ہوتے ہیں لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اب ایک بہترین ادیب اور قلمکار کیطرح مضامین لکھ رہے ہیں یہ کیا ہے یہ حضرت علامہ شہید رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ہے میں جناب ثاقب اور ان کے رفقاء کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جنہوں نے ایک نئے انداز سے تحریر و اشاعت اور کتاب وسنت کی بالادستی کیلئے کام شروع کیا ہے اور یہ طریقہ کہ حضرت شہید اسلام کے خطابات کو احاطہ تحریر میں لا کر اگر پیش کیا جاوے تو یہ ایک مؤثر ترین طریقہ تبلیغ ہے۔ اور جماعتی زندگی کا ثبوت بھی ہے اگر تمام شہروں کی جماعتیں اور یوتھ فورس کے نوجوان اسی عزم کو لے

کر علامہ صاحب کے خطابات کو عام کردیں تو یہ مسلکی مسلکی مذہبی خدمت ہوگی آخر
میں۔ میں پھر ایک بار اہلحدیث یوتھ فورس سرگودھا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے
مجھے اس سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس موضوع پر فرمائے گئے حضرت علامہ
کے خطاب پر ابتدائیہ تحریر کرنیکی سعادت بخشی اور یوں مجھے بھی اس نیک کام میں
حصہ لینے کا اجر مل گیا دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک ان نوجوانوں کے علم وعمل اور دنیا میں
برکت فرمائے۔ اور ہمیں دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین

حکیم محی الدین سلفی۔ نائب امیر جمعیت اہلحدیث پنجاب
و امیر جمعیت اہل حدیث ضلع قصور۔ قصور شہر

۱۲ - ۱۲ - ۸۷

نعیم بادشاہ نے اعلان کیا۔

اب آپ کے سامنے خطیب عالم اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر تشریف لا رہے ہیں۔
تاحی عبد القدیر کے نعروں کی گونج اور گرج کے ساتھ ایک پُر رعب، پُر عزم چہرہ
مائیک پر لوگوں کے سامنے تھا۔ اور لوگ جوش سے اور خوشی سے نعرے لگا رہے تھے

جیوے جیوے

علامہ احسان الٰہی ظہیر

اور آپ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی مجمع پر سناٹا چھا گیا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أحمدہٗ و اُصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم ۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے — پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا! آرزو میری یہی ہے — مرا نورِ بصیرت عام کر دے

(علامہ اقبالؒ) آمین کی آوازیں

حضرات!

مجھے ۱۸ / اپریل کے بعد منعقد کئے جانے والے ہر جلسے میں جاکر ایک ولولۂ تازہ ملا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے ۱۸ / اپریل کو اہلحدیث کی عزت کو سربلند کرنے کیلئے موچی دروازے میں جو نبیؐ کے ان دیوانوں کا اجتماع منعقد ہوا تھا اس کے بعد سے اللہ کے کرم کی بارشیں کچھ اس طرح ہم پہ برسی ہیں کہ خیبر سے لیکر کراچی تک پہلی دفعہ میں نامِ رسولِ ہاشمی پر مار کھانیوالے لوگوں کو سر اٹھائے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ حقیقی بات یہ ہے کہ کل تلک اس ملک میں اہلحدیث اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہوئے شرماتے تھے۔ اُن کے اندر ہچکچاہٹ تھی وہ سمجھتے تھے کہ لوگ ہمیں ناروا طور پر اپنی تہمتوں کا شکار بنا کر لوگوں کی نظروں میں رسوا کرنا چاہتے ہیں، اور اکابر علمائے کرام کی محنتوں، میرے خطیب بھائیوں کی جدوجہد اور میرے اِن جوان بیٹوں اور بھائیوں کی قربانی کے جذبے نے اللہ کے فضل و کرم سے اس بات کو پاکستان کی دیواروں سے منوا لیا۔ زمین سے منوایا۔ ہواؤں سے منوایا۔ فضاؤں سے منوایا۔ کہ اس دور میں اگر اہلِ حق کا کوئی قافلہ ہے تو وہ اہلحدیث کا قافلہ ہے۔ اور یہ بات ہم نے کوئی جنگ سے حاصل نہیں کی۔ لڑائی سے حاصل نہیں کی۔ یہ بات ہم نے اپنی یکجہتی، اپنے اتحاد، جمعیت اہل حدیث پاکستان کے جھنڈے سے

تلے اپنے اکٹھ اور اجتماع، اور اہل حدیث کے نوجوانوں نے اہل حدیث یوتھ فورس کے پرچم کو تھام کر، قرآن و سنت کے بیج اپنے سینوں پر لگا کر، اور . . . اللہ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کا جذبہ، اپنے سینوں میں پیدا کر کے یہ بات منوائی۔ پاکستان والوں کو بتلائی، اور پاکستان والوں کو سمجھائی ہے۔ اور اقبال نے اسی لیئے کہا تھا۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی — ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

آج اللہ کا شکر ہے کہ میرے اہلحدیث جوانوں نے اپنی خودی کو صورتِ فولاد ثابت کر دیا ہے۔ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جلسے کے حوالے سے میں اپنے جوانوں کو اس مختصر سے وقت میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔

لوگو! سنو! تمہارا قائد، تمہارا امام، تمہارا پیغمبر، تمہارا نبی، تمہارا ہادی، تمہارا مرشد وہ آدمی ہے کہ جس کے بارے میں ایک ہندو شاعر نے کہا تھا ؎

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا۔

اور جس کے بارے میں دوسرے شاعر نے کہا تھا کہ ؎

مائیں بچے جنتی ہیں ایسے بہادر خال خال۔

کہ چشمِ فلک نے اس سے زیادہ بہادر، اس سے زیادہ دلیر، اس سے زیادہ شجاع، اس سے زیادہ جانباز، اس سے زیادہ موت سے ٹکرا جانے والا، اور کائنات کی طاقتوں کو اپنی نگاہوں میں نہ لانے والا چشمِ فلک نے کبھی ایسا انسان نہیں دیکھا ہے۔

مدینے کی بستی پر رات کی تاریکی میں کفار نے شب خون مارا۔ لوگ گھبرا کر اٹھے، گھوڑوں پر زینیں کسیں، اسلحے سے لیس ہوئے، اور مدینے کی سرحدوں کی طرف بڑھے جب لوگ مدینے کے دفاع کیلئے مدینے کی سرحد کی طرف جا رہے تھے تو آمنہ کا لال تنِ تنہا مدینے کی سرحد سے واپس آ رہا تھا لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔

پوچھا، آقا! آپ کہاں سے آئے؟ فرمایا تم آرام سے سوجاؤ محمدؐ تمہاری حفاظت کے لیئے اکیلا دشمنوں کو بھگا آیا ہے۔ تم اس بہادر نبی کی امت ہو، تم اس شجاع نبی کے ماننے والے ہو۔ اور مجھے یہ بات کہنے کا حق حاصل ہے کہ آج .... اس بہادر نبی کے وارث اگر کوئی ہیں اس روئے زمین پر، تو صرف اہلحدیث ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اوروں نے نبی کے بعد اپنی راہنمائی کیلئے اوروں سے رشتے استوار کر لیئے اور ہم نے اوروں کے چہرے دیکھ کر اپنی آنکھوں کو بند کر لیا۔ اور کہا۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر — اور اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

اَللّٰہُ! ہم کو اس نگاہ کی ضرورت ہی نہیں ہے جو مصطفےٰ کے چہرے کو دیکھ کر کسی اور چہرے کی تلاش میں نکلے۔ ہم اس نگاہ کو چاہتے ہی نہیں ہیں۔ ہمارے لیئے تو بس اس کا رُخِ زیبا کافی ہے۔ جس کے لیئے کہنے والے نے کہا تھا

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ ۔ مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور اس کا چہرہ! کہ جابرؓ نے جس کے بارے میں کہا۔ ایک چاندنی رات میں چاند کے حسن میں محو، صحرائے عرب میں چھٹکتی ہوئی چاندنی کے سحر میں مسحور، میں اپنے آپ کو عجب طرح کی کیفیات میں مبتلا پاتا تھا کہ چاندنی چھٹکی ہوئی، آسمان پہ چاند مسکراتا ہوا، ریگزارِ عرب کو سنہری لباس پہنائے ہوئے، اس کی دلربائی نے، اس کی رعنائی نے، اس کی زیبائی نے مجھ کو جکڑ کر رکھ دیا۔ بے اختیار میرے قدم کچی چھت والی مسجد نبوی کی طرف اٹھے۔ میرے قدم اس طرف بڑھے۔ میں بے اختیار مسجد طیبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور کیا دیکھا۔ کہ صحن مسجد میں آمنہؓ کے یتیم نے سرخ چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ اور چہرہ مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ چہرہ دیکھا

دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک دفعہ آسمان سے چاند کی طرف نگاہ اٹھی، پھر یاتی تو مدینے کے ماہِ تمام پر پڑی، بے اختیار ہو کر کہا۔ آقا! چاند کو بھی اگر حسن ملا ہے تو تیرے چہرۂ پر انوار سے ملا ہے۔ ہم نے اس کا چہرہ دیکھا ہے۔ اس کا چہرہ، کہ جس کے بارے میں حسانؓ نے کہا تھا۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ　　وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً امِنْ كُلِّ عَیْبٍ　　كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آقا! میں تیرے چہرے کے حُسن کو کیا کہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو رب کے پاس کھڑا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ اَللّٰہ! مجھے ایسا بناتا چلا جا تو کہتا چلا گیا رب بناتا چلا گیا۔ وہ چہرہ!

مَضَتِ الدُّھُوْرُ وَمَا اَتَیْنَا بِمِثْلِہٖ
وَلَقَدْ اَتٰی فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَآئِہٖ

زمانے بیت گئے، ماؤں نے ایسا نہ جنا۔ اور جب آمنہؓ کے گھر یہ پیدا ہو گیا تو ماؤں نے کہا ایسا جنا جا سکتا ہی نہیں ہے۔ ہم نے تو اس کو دیکھا ہے، ہم نے اپنے جی میں اس کو بسایا ہے، ہم نے اپنے دل کی دھڑکنوں میں اس کو سمویا ہے، ہم نے اپنے دل کا مالک اس کو سمجھا ہے۔ اور ہم نے کہا اَللّٰہ! اس سے! سر کا مالک تو ہے دل کا مالک مصطفٰے ہے۔ اور ہمارے پاس سر اور دل کے سوا دوسری کوئی چیز ہے ہی نہیں ہے۔ تیسرا وہ تلاش کرے، جس کو سر اور دل کے سوا پیٹ کی بھی ضرورت ہو۔ ہم نے کائنات اگر سمجھا ہے تو دل کو سمجھا یا دماغ کو سمجھا۔ اور اس کے لیے کیا کہیں کہ غالب جیسے قادر الکلام شاعر نے کہا تھا ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

غالب! ہم اس کی تعریف کیا بیان کریں، کہ عرش والا خود جس کی تعریف بیان کرتا ہے

اواھلحدیثو! تمہارے لیۓ اس کی ذات، اس کی صفات، اس کی شخصیت، اسی کا نام، اسی کی گفتار، اسی کی سیرت، اسی کی رفتار، اسی کے سوانح، اسی کا کردار تمہارے لیۓ حجت ہے۔ اور اس نے تمہیں سکھایا ہے تو شجاعت کا درس سکھایا، بہادری کا سبق پڑھایا۔ اور اس نے کہا سن لو! میرے ماننے والوں کی گردنیں کٹ تو سکتی ہیں غیر اللہ کے سامنے جھک نہیں سکتیں۔ بلند آواز سے پُرجوش نعرہ۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ مسلکِ اہلحدیث۔ زندہ باد) آج حقیقی بات یہ ہے

میری ایک ہی خواہش ہے، میری ایک ہی آرزو ہے میری تگ و دو کا ایک ہی مقصد ہے، میری جد و جہد کا ایک ہی مطلوب ہے اور وہ یہ کہ اھلحدیث کے جوان اپنے آقا کی شجاعت کو اپنے سینوں میں بھر لیں۔ اور خدا کی قسم ہے۔ کہ اگر یہ آقا کی شجاعت کے وارث بن جائیں تو پورے پاکستان کی کوئی قوت ان کے مقابل کھڑا ہونے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

اور آج! آج یہ بھرا ہوا حال، جب نبی نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو اتنے لوگ نہیں تھے جتنے آج اس حال میں موجود ہیں۔ اتنے کہاں۔ ایک دور تو ایسا تھا جب ساری کائنات محمدؐ کی تکذیب کر رہی تھی اکیلی صدیقہ، خدیجۃ الکبریٰ، وہ محمدؐ کی تصدیق کر رہی تھی۔ اور میرے آقا زخم کھا کر گھر میں آۓ تھے، جسم پتھروں سے لہولہان ہوتا تھا، ٹانگوں سے خون رس رہا ہوتا تھا۔ سر پھٹا ہوا، چہرے پہ زخم، وہ سر جس سر پہ اُگنے والی زلفوں کی بھی عرش والے نے قسم کھائی ہے، وہ کندھا زخمی، کہ جس کندھے پہ اگر کبھی چادر رکھ لی تو اللہ نے یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کہہ کر پکار دیا تھا۔ وہ ٹانگیں، وہ قدم زخمی، کہ جب مکہ سے بیکسی کے عالم میں نکلے تو عرش والے کی غیرت کو جلال آگیا۔ اور اس نے کہا۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝

تیرے اٹھنے والے قدموں کی قسم ہے۔ وہ دن آنے والا ہے، جب تیرے قدموں کی چاپ کے سامنے، روم اور ایران کی فوجوں کے دل پارا پارا، ان کے پتے پانی ہو جائیں گے۔ (نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر۔)

وہ محمدﷺ! دنیا نے کبھی اتنا بہادر آدمی دیکھا ہی نہیں۔ آج! ہم کو طعنہ دیتے ہیں۔ کہ تھوڑے سے اہلحدیثوں کو مروانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

جو عرش والے کیلئے مرنے کا ارادہ کر لیتا ہے عرش والا اس کو زندۂ جاوید بنا دیتا ہے

(پُر جوش نعرہ۔ اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الٰہی۔ احسان الٰہی۔ دو دفعہ)

ھمم۔ یہ مصلحت پوش، ضمیر فروش، یہ لوگ اس دور میں بھی تھے۔ کہتے تھے، اکیلے ہو کیا کرو گے؟ اور سرورِ کون ومکان، اپنے چہرے کو اٹھا کر کہتے تھے۔ میں اکیلا کہاں ہوں عرش والا میرے ساتھ ہے۔ اکیلا تو وہ ہوتا ہے رب جس کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جس کے ساتھ رب ہوتا ہے وہ اکیلا نہیں ہوتا۔ اِنَّ وَلِیِّ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ مجھ کو ڈراتے ہو میں اکیلا ہوں؟

عرش والا میرے ساتھ ہے — اور نکلتا — چوراہوں میں جا کر اعلانِ حق کرتا، آوازۂ حق بلند کرتا، ھائے! اللّٰہ! کاش ہم وہ پتھر ہوتے جو نبی کے قدموں کو چوما کرتے تھے۔ کاش ہم! کپڑے کی وہ ٹاکیاں ہوتیں جو خدیجۃ الکبریٰ نبی کے زخموں پر رکھا کرتی تھیں۔ کاش! ہم بھی اس وقت ہوتے، اور اپنے آقا کے چہرے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام کر لیتے۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کو سرورِ گرامی کے رخِ زیبا کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی قسمت کا کیا کہنا ہے۔ وہ تو انسان تھے۔ اللہ نے تو ان بستیوں کو مقدس بنا دیا ہے جن بستیوں نے میرے آقا کے چہرے کو دیکھا ہے۔ وہ بستیاں مقدس ہو گئی ہیں۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝
ان لوگوں کا کہنا ہے۔ لوگ کہتے ہیں محمدؐ اکیلے ہو۔ چھوڑ دو! ساری دنیا دشمن ہے۔ تمہیں کیا فائدہ؟ نبی اپنے گھر میں تشریف لاتے۔ خدیجۃ الکبریٰ قدموں میں بیٹھ جاتیں۔ اپنے آقا کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتیں۔ ان کے کرتے کو اٹھاتیں، زخموں میں اپنا دوپٹہ رکھتیں۔ قدم ہائے مبارکہ کو پانی سے دھوتیں، اور کہتیں۔

کَلَّا! وَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا!

میرے آقا! میرا رب تیرے ساتھ ہے۔ اور جس کے ساتھ رب ہوتا ہے ــــ دنیا کی کوئی طاقت اس کو پسپا نہیں کرسکتی۔ محمدؐ! پھر اُٹھتے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

مکہ کے بازاروں میں جا کر کے توحید کا پھریرا بلند کرتے ہیں۔ پھر مار پڑتی ہے پھر گھر آتے اور مورخین نے لکھا ہے ایک دفعہ نبی کائنات کو اتنا مارا کہ حضور علیہ السلام بے ہوش ہو کر کے ایک چوراہے میں گر پڑے۔ ننھی سی نبی کی بیٹی فاطمہ۔ اس کو کھیلتی ہوئی کو کسی نے کہا۔ تیرے بابا کو آج دشمنوں نے اتنا مارا ہے کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ فاطمہ دوڑی ہوئی روتی ہوئی آئیں۔ اپنے بابا کے جسم اطہر کو دیکھا۔ ننھی سی فاطمہ تین چار برس کی عمر ہے۔ نگاہیں آسمان کی طرف اٹھیں۔ اللّٰہُ! لوگوں نے میرے اس باپ کو مارا ہے جس نے زندگی میں کبھی کسی کو گالی بھی نہیں دی ہے۔ اللہ! میرے بابا نے گالی تو بڑی بات ہے میں نے اس دن بھی اپنے بابا کو دیکھا تھا جب اس کے گلوئے اطہر میں نماز کی حالت میں لوگوں نے کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ اس کے گلے کو گھونٹ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں باہر اُبل پڑی تھیں لیکن! اللّٰہُ! وہ اس وقت بھی تیری بارگاہ سے ہٹا اور نہ ان کے بارے میں کوئی لفظ برا کہا۔ اور جب نماز سے فارغ ہوا گلوئے اطہر پر کپڑے کے نشانات تھے۔ اور جبریل نے آکر کہا۔ محمدؐ! تیرا گلا چھل گیا ہے (آ گیا ہے) رب کی توحید کے لیئے پہلے نبیوں کے گلے تو

کٹ بھی گئے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اللہ! جو جی چاہے کر لے۔ میں تیری راہ سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔ یہ اپنی کر کے دیکھ لیں۔

او- اہلحدیثو! آج چھوٹی چھوٹی باتوں پہ دل شکستہ ہو جاتے ہو، آج معمولی معمولی طعنوں پر گھبرا جاتے ہو۔ او۔ جب بھی دل میں ملال آئے تو مدینے والے تاجدار کو دیکھ لیا کرو۔ تم اس سے بڑے تو نہیں ہو۔ تم رب کی نظر میں اس سے عزیز تر تو نہیں ہو، او۔ وہ تو وہ تھا، جب چلتا تھا تو جبریل اس کی رکاب تھامتا تھا۔ وہ تو وہ تھا، کہ جب نگاہ آسمان کی طرف اٹھا لیتا تھا تو قبلہ تبدیل ہو جاتا تھا وہ تو وہ تھا! کہ جب اس کے دل سے ہوک اٹھتی تھی تو کائنات بدل جاتی تھی۔ (پُرجوش بلند آواز سے۔ نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر تین دفعہ۔ شان رسالت! زندہ باد ۲ دفعہ۔ مسلک اہلحدیث! زندہ باد۔ تین دفعہ۔ خطیب عالم اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر! زندہ باد۔ تین دفعہ)

وہ تو وہ تھا، کہ جس کی حرکتوں کو رب نے قرآن کے حروف بنا دیا تھا۔ وہ تو وہ تھا، کہ جس مسجد میں اس نے نماز پڑھی تھی اس مسجد میں رب نے نماز کو ایک لاکھ نماز بنا دیا تھا۔ وہ تو وہ تھا! جس قبرستان میں اس نے دعا مانگی تھی۔ رب نے اس قبرستان کو جنت قرار دے دیا تھا۔ او۔ وہ تو وہ تھا! جس جگہ وہ خود لیٹا تھا وہ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ بن گیا تھا۔ وہ تو وہ تھا! کہ جب آنکھ اٹھاتا تھا جبرائیل آجاتا تھا، جب نگاہ بدلتا تھا میکائیل آجاتا تھا۔ جب پیشانی پہ بل پڑتے تھے فاروق تلوار بدست ہو جاتے تھے۔ وہ تو وہ تھا! کہ جب اس کی پیشانی پر شکن پڑ جاتی تھی تو کائنات کی شکن چشم آلود ہو جاتی تھی۔ وہ تو وہ تھا! جس کے ادنیٰ اشارۂ ابرو پر کٹ جانا لوگ اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ وہ تو وہ تھا! کہ لوگ اس کے وضو کے قطروں کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ او۔ وہ تو وہ تھا! کہ جس پہ

اس کی نگاہ پڑ جاتی جہنم اس پر حرام ہو جاتی تھی۔ (پُرجوش عوامی نعرہ۔ نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر تین بار۔) **وہ تو وہ تھا!** تم اس سے بھی بڑھ گئے ہو؟ تم اس سے بھی نازک ہو گئے ہو؟ تم اس سے زیادہ اپنے آپ کو سمجھنے لگ گئے ہو؟ تم نے اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ گراں تر بنا لیا ہے۔؟ اگر اس نے ماریں کھائی تھیں تو تمہارا جسم کوئی کندن کا تو نہیں بنا ہوا! اگر اس نے گالیاں کھائی تھیں۔ او۔ اس نے گالیاں کھائیں۔۔۔۔

تمھیں کیا معلوم ہے۔ کہ راہِ حق کے راہیوں کو حق کے لیئے کن صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ **اس نے ــــ ہائے ہائے۔ انس!** تیری یاد کس وقت آئی ہے۔ ایک ماں وہ ماں تھی، اس نے منت مانی **اللہ! مجھے** بیٹا عطا کر دے تو میں اسے تیرے **محمد ﷺ** کا خادم بنا دوں گی۔ کیا منت مانی ہے۔ **آج!** مائیں منتیں مانتی ہیں۔ مجھے بیٹا عطا کریں اسے چوہدری بنا دوں گی اور انس کی ماں دعا کرتی ہے کہ اللہ! اگر بیٹا عطا کیا تو تیرے **محمد ﷺ** کی بارگاہ میں خدمت کے لیئے وقف کر دوں گی۔ اور پھر دس سال خدمت کی۔ پوچھو۔؟ حافظ ابراہیم (دگمیر یوری) سے پوچھو؟ حبیب الرحمٰن (یزدانی) سے۔ پوچھو؟۔ علماءِ کرام سے۔ **کہا!** (انس رضی اللہ عنہ نے) پھر رب نے میری ماں کی منت کو پورا کیا۔ **انس کی ماں!** تیرے نصیبے کا کیا کہنا ہے۔ اور انس! تیری قسمت کا کیا کہنا۔ **محمد ﷺ** کا سراپاءِ اطہر اور تجھ کو خدمت کیلئے ملے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اور میں کہا کرتا ہوں یہ خدمت کیلئے وقف ماں نے نہیں کیا، عرش والے نے کرایا ہے۔ کہ بچہ پسند آ گیا تھا۔ **کہا!** جا ڈ نبی کی خدمت کرو؟ دس برس خدمت کی۔ دس سال، دس طویل برس، کسی نے پوچھا! آقا کو کیسا پایا ہے۔ کہا کئی دفعہ لوٹا ٹوٹ کے گر گیا؟ وضو کروانے کیلئے آیا چھوٹ گیا۔ ڈر گیا۔ کہ کوئی کاتا جدا کیا کہے گا۔ فرمایا۔ نگاہ اٹھا کے دیکھا تو مسکراہٹ نے میرے زخمی دل پہ پھاہے رکھ دیئے تھے۔ دس برس کا طویل عرصہ۔ کہا۔ اس دس سال کے طویل عرصہ

میں میرے آقا نے مجھے کبھی اُف بھی نہیں کہا ہے - اور ڈ ئے بھی نہیں کہا - او ـ یہ تو خادم تھا - خدمت گزار تھا - نیکوکاراں کا بیٹا تھا - نبی کی ماننے والی ہستی ، یہ جان قربان کرنے والی ماں کا بیٹا تھا -

اور یہاں تو اس نے بھی میرے آقا کے صبر کو آزما کے دیکھا جو نہ وفادار تھا ، نہ یار تھا ، نہ تابعدار تھا ، نہ جاں نثار تھا ، جس نے کبھی محمدؐ کو دیکھا ہی نہیں تھا -

— بزعم خود بزعم خویش —

کمانڈر تھا ، جرنیل تھا ، تاجور تھا ، تاجدار تھا ، پکڑ کے لایا گیا - مسجد نبوی میں باندھ دیا گیا - رؤف و رحیم کو خبر دی گئی - ثمامہ ، یمامہ کا گورنر پکڑا ہوا آیا ہے - آپ تشریف لے گئے - دیکھا — خوبصورت چہرہ ، لمبا قد ، توانا جسم ، بھرا ہوا سینہ ، اکڑی ہوئی گردن ، اُٹھی ہوئی نگاہیں ، تمکنت ، شان و شکوہ ، سطوت ، شہرت ہے - حکمرانی کے جتنے عیب ہیں سارے پائے جاتے ہیں - سرورِ رسولاں م ہو کے بڑھے - کہا - ثمامہ ! کیسے ہو ؟ کہا - گرفتار کر کے پوچھتے ہو کیسا ہوں ! فرمایا — کوئی تکلیف پہنچی ہو ؟ کہا - نہ تمہاری تکلیف کی کوئی پرواہ ، نہ تمہاری راحت کا کوئی خدشہ - جو جی چاہے کر لو ؟ حضورؐ نے فرمایا - بڑا تیز مزاج آدمی ہے - اپنے صحابہ کو دیکھا - کہا - اس کو دکھ تو نہیں پہنچایا ؟ کہا - یا رسول اللہؐ ! گرفتاری ہی کیا دکھ کوئی نہیں پہنچایا - فرمایا - ثمامہ ! ذرا میری طرف نگاہ اُٹھا کے دیکھو تو سہی ؟ اس نے کیا کہا -

ان تقتل تقتل ذا دم وان تنعم تنعم علیٰ منعم

کیا نظر اٹھا کر دیکھنے کی بات کرتا ہے جا - نہیں دیکھتا - مجھ کو مارا جائے گا تو میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا - کیا ہے — جائے جائے — میں کہتا ہوں جبرائیل امین بھی غیض و غضب میں آ گئے ہوں گے - فاروق کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی ، تلوار

کے سیان پر ہاتھ تڑپنے لگا، اشارۂ ابرو ہوا اس کی گردن ہو محتسد کے پیر ہوں۔ یہ کیا سمجھتا ہے؟ ۔ لیکن ۔ چشمِ فلک نے دیکھا ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے۔ فرمایا۔ جتنا غصہ ہے جی چاہے نکال لو۔ لیکن ہمارا چہرہ تو دیکھ لو؟

ھائے ھائے ھائے ۔ اس نے کیا جواب دیا۔ اس نے دینے والے کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ تیرا چہرہ کیا دیکھوں کائنات میں تجھ سے بدصورت آدمی کوئی نہیں ہے۔ اس کو کہا کہ جس کے بارے میں کسی نے کہا تھا۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ماں نے ایسا حسین بچہ کبھی جنا ہی نہیں۔ چشمِ فلک نے ایسا خوبصورت وجود کبھی دیکھا ہی نہیں۔ اور ایک بات حسن کی آئی ہے تو سن لیں! حسن کی بات بھی سن لو؟ ہائے ہائے ۔ ہمیں وہ لوگ اپنے آپ کو پیر منواتے ہیں جن کے چہروں پہ گرہن لگا ہوا ہے۔ وہ منواتے ہیں۔ ان کی زیارت کے لیئے۔ کہتے ہیں! رسول اللہؐ آئیں گے۔ جن کا چہرہ دیکھ لیا جائے صبح کو۔ تو شام کو روٹی میسر نہیں آتی۔ وہ ہکتے ہیں۔ وہ۔ ہائے ہائے۔ **اللہ**! خدا کی قسم ہے۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی　　　خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئیں

میرا بھائی یزدانی تذکرہ کر رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ آج لوگ کہتے ہیں وہ ہمارے پاس آئیں گے۔ او۔ ان کو عشق کا کیا پتہ ہے؟ انھوں نے اویس قرنی کو نہیں دیکھا جو ساری عمر ایسے ہی روتے ہوئے مر گیا کہ محمدؐ کا چہرہ دیکھوں تو کیسے دیکھوں۔ ایک دفعہ بے تاب ہو گیا۔ اور قافلے والوں کو کہا جاؤ؟ میرے آقا کو کہو وہ اب مجھے تیری دید نے بدحال کر دیا ہے۔ اب میرا سینہ پھٹ چلا ہے، تیری دید کی پیاس میں، تیری دید کی لگن میں، آقا! کیا کروں؟ نڈھال ہو گیا ہوں۔ اب یہ صدمہ، اب یہ آرزو، اب یہ پیار، اب یہ محبت۔ اب یہ تمنا مجھ سے برداشت نہیں

ہوتی۔ آقا نے پیغام بھجا دیں! بڑھیا ماں کو چھوڑ کے نہیں آنا۔ آج ملاقات نہیں ہو گی تو جنت کے دروازوں پہ ہو جائے گی۔ آج یہ تمہیں کیا پتہ ہے اس سرورِ رسولاں کا؟ تم اس کو اپنے گھر بلاتے ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ، خدا اگر ہمیں اس کے گھر بلالے تو ہماری یہ بڑی سعادت ہے۔ ہم میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے۔ کہ تاجداروں کے تاج کے بارے میں کبھی خواب میں بھی کہہ سکیں کہ ہمارے نظر آئے۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

یہاں تو حالت صدیق و فاروق کی ہے۔ بات حسن سے چلی تھی۔ حیران ہو جاؤ۔

دھامیو! اسے لو! حیران ہو جاؤ سن کر! نبی کی بارگاہ میں تیئس تیئس برس صحابہؓ رہے ہیں۔ ۲۳ سال رہے ہیں۔ ۲۳ سال۔ صدیق نے ایمان کے بعد ۲۳ سال گزارے ہیں۔ علیؓ نے ایمان کے بعد ساڑھے بائیس ۲۲ سال گزارے ہیں، فاروق نے ایمان کے بعد اکیس ۲۱ برس گزارے ہیں، اور اکیس برس طلحہ نے زبیر نے سعد ابن ابی وقاص نے عمرو بن عاص نے ابوعبیدہ بن جراح نے سعید بن عاص نے۔ لیکن حسن کی قربانی کا عالم یہ تھا کہ کسی کی نگاہ کبھی آقا کے چہرے پر ٹکتی ہی نہیں تھی۔ کسی نے نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم ہے۔ میں نے ایک دفعہ ایک برس تلاش کیا۔ ایک سال۔ اور وہ بندہ کہہ بات یہ ہے کہ الحمدللہ جس کے بارے میں اس کے دشمن بھی، اور سارے طعنے دے سکتے ہیں بے علمی کا طعنہ نہیں دے سکتے۔ ایک برس میں نے حدیث کی کتابوں میں تلاش کیا، سیرت کی کتابوں میں ڈھونڈا ایک برس، پورا ایک سال کہ کسی ایک صحابی سے مجھے محمدؐ کا چہرہ نظر آجائے، کوئی ایک صحابی حضورؐ کا حلیہ بیان کر دے۔ ایک برس ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا۔ سب کو دیکھا تو یہی کہہ رہے تھے کہ

آفاقہا گردیدہ ام   مہر بتاں ورزیدہ ام

کسی اور خوباں دیدہ ام اِتنا تو عیسیٰ سے دیگری

تیرے چہرے کی کیفیات، اور اس کی شکل و صورت کیسے بیان کروں کہ! ایک دفعہ دیکھا ہے تو پھر دیکھنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی ہے ۔ کون ہے جو دیکھے ۔ کس میں یارا ہے جو نظر ٹکا کے دیکھے، سر کو اٹھا کر دیکھے، نگاہوں کو جلا کے دیکھے ۔ کس میں طاقت ہے ۔ حسن کا یہ عالم کہ! ایک دفعہ نظر اٹھی ۔ پھر ہمیشہ نیچی ہی گری رہی اور کہا کہ ۔

نظریں جھکا کے چلو جسم و جاں بچا کے چلو

ادب گاہ ہے ۔ ؟ کس نے دیکھا ہے ؟ کون ہے جو اس چہرۂ طیبہ کو دیکھنے کی جرأت کر سکے ۔ صدیق رضؓ سے بھی پوچھا گیا کہ! کیا دیکھا ؟ اس نے کہا ۔ بس ایک چاند تھا ۔ جو ساری کائنات کو اپنی آغوش میں لیئے ہوئے تھا ۔ اور کچھ یاد نہیں ۔ اور سب سے بہتر حلیہ اُمّ معبدؓ نے بیان کیا ہے ۔ وہ تو بیچاری ان پڑھ تھی، نا آشنا تھی ، نا آشنا سا تھی، اور نہ جاننے والی تھی ۔ اس کے دروازے پہ محمدؐ پہنچے تھے اور کہاں تھا ۔ اماں ! میرے یار ابو بکر کو بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو دے دے ؟ تو اس ماں نے کہا تھا بیٹا ! ایسا مسافر تو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا ۔

آئیں وہ گھر ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اور ذرا سننے والی بات ہے ۔ او ۔ بریلویو ! قصّے بیان کرتے ہو ۔ آ ذ ؟ اب رُخ مصطفےٰؐ کا تذکرہ ہم وہابیوں سے بھی سُن لو ؟ اُمّ معبدؓ نے کہا ۔ خوبصورت مسافر ! آج تو گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے ۔ آج ہی گھر میں بوریا نہ تھا ۔

میرے آقا کی نظر صحن خیمہ میں بندھی ہوئی بکری پر پڑی ، مدتوں سے جس کا دودھ خشک ہو چکا تھا ، کہا ۔ اماں ! کھانے کو کچھ نہیں تو اس بڑھیا بکری کا دودھ ہی پلا دے ؟ ہائے ہائے ۔ اب ایک ہی دفعہ دیکھا ہے پھر نگاہ اٹھانے کی ہمت

نہیں ہے۔ نظریں جھکا کے کہنے لگی۔ اس نے تو دودھ دینا کئی برسوں سے چھوڑ رکھا ہے۔
کہا اماں ! اگر تو اجازت دے تو ہم تجربہ کر کے دیکھیں ؟ تو برتن تو لے آ ؟ ۔ ام معبد
کہتی ہے دل میں ہنسی ، لیکن چہرے کا جلال اتنا تھا کہ انکار کی جرأت نہیں ہو سکی ۔
چھوٹا سا برتن اُٹھا کے لے آئی ۔ اس کو کیا پتہ ہے کہ یہ کون آیا ہے ۔ اس نے کہا یہ اجنبی
ہے ، مسافر ہے ، بھوکا ہے ، ضد کر رہا ہے ۔ چلو اپنی ضد دیکھ لے ۔ اس کو کیا پتہ کہ آج
وہ آیا ہے کہ جس طرف وہ جاتا ہے رب کی رحمتیں ساتھ جاتی ہیں (عوامی جوش ماشاء اللہ ماشاء اللہ)
اس کو کیا پتہ ہے ، اس کو کیا معلوم ہے ، کہ آج اس کے دروازے پہ کون آیا ہے ۔ چھوٹا
سا برتن اٹھا کے لے آئی ۔ نبیؐ نے صدیقؓ کو دیکھا اور صدیقؓ نے نبیؐ کو دیکھا ، مسکرائے ۔
اس طرح معلوم ہوا جس طرح چاندنی رات کو اندھیری رات میں بادلوں کی اوٹ سے
چاند نکل آیا ہے ۔ وہ دانت کہ جب مسکراتے ، تو لوگوں کو آسمان پہ کوندنے والی بجلیاں
یاد آ جاتیں ۔ موتی کی طرح سفید ۔ میرے آقا ! تیری بات کا کیا کہنا ہے ۔ اُم معبد چھوٹا
سا برتن اُٹھا کے لائی ۔ میرے آقا نے مسکرا کے پکڑا ۔ بکری کے نیچے بیٹھے ۔ تھن کو ہاتھ
لگایا ۔ معلوم ہوا بکری اسی مسافر کا انتظار کر رہی تھی ۔ دودھ اس طرح آیا جس طرح
ساون کے مہینے میں بادل امڈ کر آتے ہیں ۔ برتن سارے بھر گئے ۔ دودھ ختم ہونے
میں نہیں آیا ہے ۔ حضور نے پیا ابو بکر کو پلایا ۔ اور چل نکلے ۔ اُم معبد کہنے لگی مسافر !
میں تجھے جانتی تو نہیں ہوں ، مگر تو اتنی برکتوں والا ہے میرا جی چاہتا ہے تو ایک
رات میرے گھر میں قیام کرے ؟ میرا شوہر شکار کیلئے گیا ہوا ہے وہ تیری خدمت
کرے گا ۔ میں تیرے لیئے اپنے ہاتھ سے ہنڈیا بناؤں گی ۔ میرے چاند سے بیٹے !
میں تجھ کو کھلاؤں گی ، تو نہ جا ؟ ۔ میرے آقا کی زبان سے نکلا ۔ نکلا نہیں بلکہ عرش
والے نے نکلوایا ہے ۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى

کہا اماں! میں جاتے کے لئے تھوڑا آیا ہوں۔ میں پھر پلٹ کے آنے والا ہوں۔
اور جب وہ چلے گئے تو بات جو بتلانی مقصود تھی وہ یہ تھی کہ ابو معبد آئے گھر میں
رونق دیکھی، رحمتوں کا برستا ہوا دیکھا، انوار کی برکھا دیکھی، تجلیات کا مہینہ دیکھا۔
کہا۔ ام معبد! کون آیا کون گیا؟

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔ کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی۔

مورخین نے ام معبد کے الفاظ نقل کئے ہیں جو بات بتلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔
ام معبد نے کہا ابو معبد! یہ نہ پوچھو کون آیا تھا۔ کہا کیوں؟ کیسا تھا؟ کیا رنگ
تھا کیا شکل تھی کیا ڈھنگ تھا؟۔ کہا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو
آسمانوں کا سردار تھا جو زمین پہ اتر آیا تھا، وہ تو سورج تھا، وہ دمکتا ہوا ستارہ تھا،
وہ تو روشن تارا تھا جو ملے بھر کے لئے ہمارے گھر میں آیا تھا اور کٹیا کو ایسے روشن کر
دیا کہ اب وہ جب تک پلٹ کے نہ آئے گا کٹیا اس کی خوشبو سے مہکتی رہے گی۔ حسن کا
یہ عالم تو اس نے کیا کچھ نہیں کہلوایا۔ اس کو کیا کچھ نہیں کہا گیا۔ تم ثمامہ گالیاں
دے رہے برا بھلا کہہ رہے ہو۔ ذرا نظروں کو اٹھاؤ تو سہی، ذرا میرے چہرے پہ اپنی
نگاہوں کو جاؤ تو سہی، ذرا مجھ کو دیکھو تو سہی؟ اس نے کہا!

لَمْ اَرَ وَجْهًا اَقْبَحَ مِنْ وَجْهِكَ عَلٰى وَجْهِ الْبَسِيْطَةِ

کیا دیکھوں؟ روئے زمیں پہ تجھ سے بدصورت چہرہ کوئی ہے ہی نہیں
(نعوذ باللہ) ہائے ہائے۔ لوگو! یہ میرا آقا تھا جس کے نقش قدم پر تم نے
چلنا ہے۔ جب بے آسرا تھا تب بھی گالیاں کھائیں۔ شکن نہیں ڈالی، آج تاجدار
تھا اپنے گھر میں گالی سنتا ہے لیکن پیشانی پہ شکن نہیں ڈالتا ہے۔ کہا۔ کوئی
بات نہیں میری بستی کی طرف تو نگاہ ڈالو؟ اس نے کہا۔ میں نے روم و یونان
ایران و مصر کی بستیاں دیکھیں مگر تیری بستی کائنات کی سب سے بدصورت

بستی ہے (نعوذ باللہ) اس بستی کو کیا دیکھوں؟ ہائے ہائے۔ کہا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ دوسرے دن آئے پھر وہی جواب، تیسرے دن کہنے لگے ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے ذرا دیکھ تو لو؟۔ کہا۔ نہیں دیکھا؟ اب؟ آسمان گوش برآواز تھے۔ ع
زمین سہمی پڑی تھی، آسمان ساکن تھا بیچارہ، دیکھیں! آج اس تاجور کی زبان سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اس گستاخ کو کیا سزا ملتی ہے۔ لوگوں نے دیکھا، کائنات نے دیکھا، آسمان طیبہ نے دیکھا، مسجد نبوی نے دیکھا، اس ستون نے دیکھا جس کے ساتھ ثمامہ بندھا ہوا تھا۔ اب حکم صادر ہوگا اس کی گردن اڑ جائے گی۔ ـــــ مگر ـــــ

ہمیشہ مسکرانے والا آقا مسکرایا۔ فرمایا جاؤ! ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے چلے جاؤ؟ ہم نے اسے رہا کر دیا ہے۔ ہم تجھے کچھ نہیں کہتے تو بڑا آدمی ہے بڑے ملک کا حکمران ہے تو نہیں دیکھتا ہم تجھے کیا کہیں گے جاؤ؟ اور اپنے صحابہؓ کو جن کی تلواریں ثمامہ کی گردن کاٹنے کیلئے بے تاب تھیں انکو کہا۔ بڑا آدمی ہے عزت کے ساتھ بھیجا کر اس کو مدینہ سے رخصت کر دو؟۔ ھائے ھائے۔ انھوں نے چھوڑا۔ پلٹتے ہوئے اس کے دل میں خیال آیا۔ بڑے حکمران بھی دیکھے، محکوم بھی دیکھے، جرنیل بھی دیکھے کرنیل بھی دیکھے، صدر بھی دیکھے کمانڈر بھی دیکھے، اتنا حوصلہ والا تو کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے چہرے کو تو دیکھوں ہے کیسا؟

ع بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا ع

پھر دیکھا۔ دیکھ کر سرپٹ بھاگا۔ ڈڑکی لگا دی۔ ہائے ہائے۔ در پھر آگے میں نہیں کہتا ثمامہ سے سنو! وہ کیا کہتا ہے۔ کہا۔ قدم آگے کی طرف بھاگ رہے تھے دل پیچھے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ ڈڑ سیل بھاگتا چلا گیا اور جتنی رفتار سے گیا تھا اس سے دگنی رفتار سے واپس پلٹ آیا۔ وہ مانِ عالم، ننگی زمین پہ اپنے

صحابہ کے ساتھ بیٹھا ہُوا تھا۔ اپنے یاروں کے ساتھ ننگی زمین پہ بیٹھا ہُوا تھا۔ صحن مسجد پر ننگے فرش پہ آیا۔ نبی نے نگاہ ڈالی سامنے ثمامہ کھڑا ہے۔ فرمایا ہم نے تو تجھے چھوڑ دیا تھا پھر آ گئے ؟۔ کہا۔ مجھ کو اپنا بنا کے چھوڑ دیا۔ کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے۔ چھوڑا تب تھا جب تیرا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اب تیرا چہرہ دیکھ لیا، اب زندگی بھر کے لیے تیری زلفوں کا اسیر ہو گیا ہُوں (عوام کا پُرجوش نعرہ۔ ہر پیر لنہا۔ مصطفےٰ مصطفےٰ تین دفعہ۔ امام اعظم امام دین۔ رحمۃ للعالمین چار دفعہ۔) او۔ لوگو! تم اس نبی کے ماننے والے ہو۔ (اہلحدیث) یوتھ فورس کے جوانو! تمہارے لیئے یہ مُلّاں مُلانے، یہ اسوہ نہیں ہیں یہ مدینے والا اسوہ ہے۔ خدا کی قسم ہے۔

اگر جواں ہوں میری قوم کے جسور و غیور قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں

(عوام کا جذباتی پُرجوش نعرہ۔ سر فروش سر فروش۔ یوتھ فورس یوتھ فورس۔ دو دو دفعہ) **اگر** تم آج اس چھت کے نیچے بیٹھنے والے لوگ، اور نہیں۔ صرف اس چھت کے نیچے بیٹھنے والے۔ باقیوں کو نہیں کہتا۔ صرف تم کو کہتا ہوں اپنے دل سے پوچھ لو! اپنے من میں جھانک لو، اپنے خون کی گردش سے سوال کرلو، اپنے جگر کو ٹٹول لو، اپنے دماغوں کو کھنگال لو۔ اگر آج۔ تم اس بہادر نبیؐ کے اسوہ کو اپنا کر قرآن و سُنّت کا پرچم تھام لو۔ اور میں کبریا کی کبریائی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ

دس برس نہیں گزریں گے پاکستان میں اگر پرچم لہرائے گا تو صرف **اہلحدیث** کا لہرائے گا۔ (جذباتی پُرجوش نعرہ۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر دو دو دفعہ۔ مسلک اہلحدیث۔ زندہ باد دو دو دفعہ۔ اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الٰہی احسان الٰہی۔ تین دفعہ)۔ لیکن بزدلوں کی روایتی بزدلی لے کر نہیں چلنا۔ جس کا دل دھڑکتا ہے ہماری بات سن کر وہ بے شک ہم سے جدا ہو جائے۔ ہم نے کعبے کے رب کی قسم! شاعر کے الفاظ میں

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

اور وہ گلشن ضیاء الحق کا نہیں۔ اس کے باپ کا نہیں اس کے بیٹوں کا نہیں۔ بزدل، قبر فروش اور مردہ پرش، مردہ پرست نواز شریف کا نہیں۔ جوادیے کے مرید جونیجو کا نہیں۔ بکنے والے جھکنے والے ملاؤں کا نہیں۔ وہ گلشن مدینہ کے لال کا، جس کے دو بڑے پھول ہیں ایک رب کا قرآن ہے دوسرا محمدؐ کا فرمان ہے۔ (عوام کا انتہائی جذباتی پُر جوش نعرہ۔ نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر دو دفعہ۔ مسلکِ اہلحدیث۔ زندہ باد دو دفعہ۔ قرآن و سنت۔ زندہ باد تین دفعہ۔ قائدِ اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ زندہ باد تین دفعہ۔)

ہمارے ساتھ وہ نکلے جولب کی چوکھٹ پر دل و جان نچھاور کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ ہم لوگوں کو جھوٹ نہیں بتلاتے۔ ہم کھیر کھلانے کے لئے نہیں لے جائیں گے، ہم ختم پڑھانے کیلئے نہیں لے جائیں گے۔ جس نے جانا ہے وہ اوروں کے ساتھ چلا جائے ہم نہ ٹل پر چڑھنے والے نہ ہاتھ جوڑنے والے ہیں۔ انشاء اللہ۔ ہمارے ساتھ جس نے چلنا ہے علیٰ وجہ البصیرت چلے۔

ہمارا راستہ دو طرف جاتا ہے۔ منزل ایک ہے۔ یا سر بلند رکھ کے غازی بن کے جیو یا سر کٹا کے شہید بن کے مرو؟ (پُر جوش سامعین کا نعرہ۔ اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الٰہی احسان الٰہی۔ دو دفعہ علامہ احسان قدم بڑھاؤ۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ تین دفعہ۔ سرفروش سرفروش۔ یوتھ فورس یوتھ فورس۔ تین دفعہ۔)

ہمارا راستہ ابتلاؤں کا راستہ ہے۔ ہمارا راستہ؟ آزمائشوں کا راستہ ہے ہمارا راستہ کٹھنائیوں کا راستہ ہے۔ ہمارے ساتھ چلے تو کوئی آبلہ پا چلے؟ جس نے اپنے پیروں کو پھول باندھے ہوئے ہیں وہ بازار گناہ میں چلا جائے! ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کانٹوں پہ چلنا سیکھے، ہم تلوار کی دھار پہ رقص کرنا سیکھے، ہم بندوقوں کے سامنے محمدؐ کی عظمت کیلئے کھڑا ہونا سیکھے، ہم مارشل لا کے سامنے قرآن و سنت

کی بالادستی کے لئے سُر اٹھا کے جینا سیکھے، جو سر جھکانا چاہتا ہو وہ داتا دربار چلا جائے؟ یہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہنستے ہو! میں صاف کہتا ہوں جس نے جانا ہے سر جھکا کے، وہ اہلحدیثوں کو بدنام نہ کرے۔

شاہ شہید رح کے پاس قافلۂ آزادی کی روانگی کے وقت ایک جوان رعنا آیا تھا۔ اتنا خوبصورت کہ سید احمد شہید رح کی بارگاہ میں جب وہ پہنچا۔ اسمٰعیل شہید کہتے ہیں، لوگوں کی نگاہیں اس کے چہرے پہ جم گئیں۔ اتنا خوبصورت چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ چھوٹا سا۔ ابھی اس کو داڑھی بھی نہیں آئی تھی مونچھوں کے بال بھی نہیں آئے تھے، شاہ شہید رح نے پوچھا بیٹے! کیوں آئے ہو؟ کہا۔ شاہ جی! آپ کا ساتھ دینے آیا ہوں۔ احمد شہید رح کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرمایا بیٹا! میرا ساتھ دینے آئے ہو؟ پہلے میرے مسلک کا پتہ ہے؟ پہلے میری گذرگاہ کا علم ہے؟ پہلے میری روش کو جانتے ہو؟ کہنے لگا سید! کیا ہے؟ فرمایا! صبح کو کانٹوں پہ چلنا، پتھروں پہ چلنا، رات کو آدھی رات کے بعد جاگنا، تلواروں کی چھاؤں میں لڑنا، اور رات کو کمر سیدھی کرنے کیلئے سونا نہیں، پچھلے پہر اٹھ کے رب کی بارگاہ میں گڑگڑانا، اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرنا۔ وہ جوان رو پڑا۔ کہنے لگا۔ شاہ جی! یہ ساری باتیں تو میری ماں نے مجھے بتا دی تھیں۔ آپ نے نئی بات کون سی بتلائی ہے؟ سید احمد رح نے اس کو یہاں (گالوں) سے پکڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو تھپتھپایا۔ کہنے لگے! بیٹا! جہاد کے میدان میں یہ پھول سے گال مرجھا جائیں گے۔ وہ نوجوان تڑپ اٹھا۔ اس نے کہا شاہ جی! میرے گال آمنہ کے لال کے گالوں سے تو بہتر نہیں ہیں؟ میں تو سوچ سمجھ کر آیا ہوں۔

لوگو! آؤ؟ مجھے تمہاری ضرورت ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ خدا کی قسم ہے۔ اپنی ذات کے لیے نہیں، اپنے مقاصد کے لیے نہیں، مجھے تمہاری ضرورت ہے رب کی کبریائی کیلئے، محمد ﷺ کی مصطفائی کے لیے۔ لیکن یاد رکھو! میرا راستہ

پُرخطر ہے۔ اور کائنات کے امام نے کہا تھا۔

اِنَّ الْجَنَّۃَ لَمَحْجُوْبَۃٌ بِالْمَصَآئِبِ اَوْکَمَا قَالَ

جنّت و دوزخ کو دیکھ کے آئے۔ کہا۔ آقا! جنّت کیسی ہے؟ کہا۔ جنّت سے خوبصورت کوئی کائنات کی جگہ نہیں لیکن راستہ کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ o

کیا لوگوں نے سمجھا ہے کہ جنّت انھیں مفت میں مل جائے گی؟

اور سنو! وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ o

اور پہلے نبیوں نے جنّت کی دعوت دی۔ جنّت کے راستے کی طرف چلے تو کانٹوں پہ نہیں بلکہ آروں سے چرائے گئے زندہ جلائے گئے۔

(سامعین کا پُرجوش نعرہ۔ علامہ احسان قدم بڑھاؤ؟ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ تین دفعہ)

سنو! یہ نعرہ یہ نوجوان (نعیم بٹ) بلند کرے گا لیکن جواب وہ دے جو اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے کہے وہ میں قرآن و سنّت کے لیئے اپنی جان قربان کرونگا، باقی کوئی جواب نہ دے۔ یہ نوجوان نعرہ لگائے گا۔ (وہ نوجوان پُرجوش نعرہ لگاتا ہے۔ علامہ احسان قدم بڑھاؤ؟۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ چھ دفعہ)

اور انشاء اللہ سن لو! پھر کبریا کی ذاتِ والا صفات کی قسم ہے میں اپنے جیتے جی تمھیں جنّت کی طرف لے کے جاؤں گا۔ انشاء اللہ! میں تمھیں لڑاؤں گا نہ اپنے لیئے نہ ذاتی کیلئے، نہ (حافظ ابراہیم) کمیرپوری کیلئے، نہ شیخ الحدیث (مولانا محمد عبداللہ امیر صاحب) کیلئے، میں تمھیں لڑاؤں گا رب کی توحید کے لیئے محمدؐ کی عظمت کے لیئے۔

(پُرجوش عوامی نعرہ۔ نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر دو دفعہ۔) اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الٰہی احسان الٰہی دو دفعہ) اور انشاء اللہ! ہم اس طرح لڑیں گے جس طرح لڑنے کا سبق

ہمیں ہمارے آقا نے دیا ہے۔ اور آج۔ ع۔ کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے۔
میں بڑا تھکا ہوا تھا جب آیا تھا۔ اور وہابیوں نے تھکا دیا ہے کچھر نکال دیا۔
خدا کی قسم ہے آج رات بھی ایک بجے گھر پہنچا ہوں جلسہ کرکے۔ آج رات بھی جلسہ تھا
اور کل بھی جلسہ ہے۔ اسی وقت پناہ ملے گی جب قبر میں چلے جائیں گے۔ جو اماں ملی
تو کہاں ملی مرے جرم خانہ خراب کو۔ تیرے ....

لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ
حق ادا نہ ہوا۔ میں تمہیں اپنے رب کو گواہ بنا کے کہتا ہوں۔ لڑاؤں گا رب کے قرآن کے
لئے محمدؐ کے فرمان کیلئے۔

(حاضرین کا پُرعزم پُرجوش نعرہ۔ علامہ احسان قدم بڑھاؤ؟۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ چار دفعہ۔)
اور بات کہے دیتا ہوں۔ یہ بھی نہ سمجھنا کہ تم ساتھ دوگے تب لڑوں گا۔ خدا کی
قسم ہے نہیں؟ میرے اللہ! تو گواہ رہے؟ لوگو! تم نے قیامت کے دن گواہی دینی ہے
کعبے کے رب کی قسم ہے تم سارے پلٹ جاؤ میں اکیلا لڑوں گا۔ میں اکیلا لڑوں گا۔
(پُرجوش نعروں کی گونج میں۔ شیر اہلحدیث۔ زندہ باد۔ دو دفعہ۔ خطیب ملت۔ زندہ
باد۔ دو دفعہ۔ اسلام کا بے باک سپاہی۔ احسان الٰہی احسان الٰہی تین دفعہ۔) اور
اس وقت تک لڑوں گا جب تک مال روڈ (لاہور) پہ مدینے والے کا پرچم نہیں لہرا جاتا۔
(نعروں کی گونج۔ علامہ ساڈا شیر اے۔ باقی ہیر پھیر اے۔ چار دفعہ)

سنو! میں نے یہ عزم کیا ہوا ہے۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ

او۔ مرتو سارے ہی جاتے ہیں۔ جو شہادت کی موت نہیں مرتا وہ ہسپتال میں جا
کر مر جاتا ہے۔ کوئی بستر پہ مر جاتا ہے۔ کوئی ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر جاتا ہے کوئی ٹرک
کے نیچے آکے مر جاتا ہے۔

اللہ! ہم تجھ سے موت مانگتے ہیں تو اپنی راہ میں شہادت کی موت نصیب فرما (آمین)

موت تو وہ ہے کہ جب خدا حشر کو پوچھے! کیا لے کے آئے ہو تو کہے اللہ! گناہ تو بہت کئے ہیں لیکن ان گناہوں کو شہادت کی چادر کے خون میں ڈھانپا ہوا ہے۔ اس سے خوشگوار موت کیا ہے؟

لوگو! میں یہ کہہ رہا تھا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ اور ضرورت ہے اس ملک میں قرآن کو غالب کرنے کیلئے محمدؐ کے فرمان کو غالب کرنے کیلئے۔ انشاء اللہ!

میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں یاد رکھنا۔ ہم زندہ رہے تو ہم سے پوچھنا۔ مر گئے تو دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دینا۔ یاد رکھنا اس بات کو۔ یہ صدی اہلحدیث کی صدی ہے (انشاء اللہ) یہ زمانہ اہلحدیث کا زمانہ ہے (انشاء اللہ) یہ دور اہلحدیث کا دور ہے (انشاء اللہ) اس لیے کہ اب لوگ، ان گورکھ دھندوں سے تنگ آگئے ہیں، لوگ اب گھبرا گئے ہیں۔ غیر اللہ کو پوچھ پوچھ کر تھک گئے ہیں، ان کی پیشانیاں خاک آلود ہو گئی ہیں، لوگوں کو پتہ چل گیا ہے۔ پیشانیاں زخمی دل خون آلود، لیکن کچھ بھی نہیں ملا۔ اور ملے گا تو بارگاہِ الٰہی سے ملے گا۔ اور بڑے قانون یہاں آزما کے دیکھ لئے گئے۔ یہاں بھٹو ازم بھی آزمایا گیا۔ آزمایا گیا کہ نہیں؟ (آزمایا گیا) یہاں یحییٰ ازم بھی آزمایا گیا، یہاں ایوب ازم بھی آزمایا گیا، یہاں۔ کبھی ترچھی ٹوپی پہننے والا اسکندر مرزا ہوتا تھا۔ کہتا تھا۔ میرے حکم کے بغیر پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ اور عرش والے کی گرفت آئی۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ

اللہ نے کہا پاگل! تو کہتا تھا پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ جا۔ دو گز زمین بھی نہ مل سکی کوئے یار میں۔ تیری لاش بھی پاکستان میں دفن نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے عرشِ الٰہی کا مالک۔

لوگوں نے سب کچھ آزمایا۔ بھٹو ازم آزمایا، یحییٰ ازم آزمایا۔ ایوب ازم آزمایا

سکندر مرزا ازم آزمایا، اور اب چھوٹے ضیاالحق کو بھی آزمایا جس کے بڑے بڑے لانے قبر پرست۔ لیکن ۔ ؏ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

مریضِ عشق پہ لعنت خدا کی۔ یہی تھا۔ نا؟۔

مریضِ عشق پہ رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کوئی حل نہیں، کوئی علاج نہیں، اور مردے بھی آزما کے دیکھ لیئے۔ نہیں آزمائے؟ (آزمائے) سنو! غور سے سنو! مردے بھی آزما کے دیکھ لیئے۔ اسی لئے تو ایک مجاور کو پنجاب کا گورنر بنایا گیا ہے۔ مردے بھی آزما لیئے کوئی کام نہیں آیا۔

ہائے اقبال! ترکس وقت یاد آیا ہے۔ اس نے کہا! مسلمان امت!

؏ تیری بیماری بھی پرانی تیرا نسخہ بھی پرانا۔ (پرجوش نعرے۔ کتاب وسنت۔ زندہ باد دو دفعہ)

تیری بیماری بھی پرانی تیرا علاج بھی پرانا تیری مرض بھی پرانی تیرا طبیب بھی پرانا

دگرنہ شفا مل سکتی؟ . . . . . نہیں اور

وہی تیری بیماری وہی نامحکم دل کی علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی!

آؤ۔ جاؤ علاج کروانا ہے تو مکے میں جاؤ یا مدینے میں جاؤ؟ امت کو پتہ چل گیا ہے کہ اب امت کے دردوں کا مداوا، امت کی بیماریوں کا علاج مکہ مدینہ کے سوا کہیں موجود؟ . . . نہیں۔ اس لیئے میں کہتا ہوں۔ آج کا دور ہمارا دور ہے انشاء اللہ آج کا دور ہمارا دور ہے۔ اہلحدیث کا دور ہے (پرجوش نعروں کی گونج میں۔ اچھے ہو گئی وہابی وہابی۔ سات دفعہ)

اگر بیمار کو گور ٹھکانے نہیں لگانا چاہتے تو علاج کے لیئے آجاؤ؟۔ ہمارے پاس آؤ اور ہم تمہیں گوجرانوالہ سے پتریاں لا کے نہیں دیں گے سیالکوٹ کی نہیں دیں گے، ملتان کی نہیں دیں گے، ہم تمہیں آبِ حیات دیں گے۔ تو یا مکہ سے لا کے

دیں گے یا مرنیہ سے لاکے دیں گے (پُرجوش نعرہ ۔ نعرۂ تکبیر ۔ اللہ اکبر ہے تو دفعہ)
اور انشاء اللہ! اب اس ملک کی تقدیر کو رب نے اہلحدیث کے منشور کے ساتھ معلق کر دیا
ہے ۔ اب تقدیر بدلے گی ۔ اہلحدیث کا نظام چلاؤ گے انشاء اللہ ۔ اور اہلحدیث کا نظام
کیا ہے ۔ سُن لو! اہلحدیث کا دستور قرآن ہے ۔ سارے کہو؟ اہلحدیث کا دستور ؟ ۔
قرآن ہے ۔ اونچا کہو! اہلحدیث کا دستور ؟ ۔ قرآن ہے ۔ اور اہلحدیث کا منشور محمدؐ
کا فرمان ہے انشاء اللہ ۔ (پُرجوش نعرے ۔ ہمارا عزم ہماری آواز ۔ کتاب وسنت کا نفاذ
چار دفعہ) سُن لو! اب صرف اس کو بدلنے کے لیے تمہارے خونوں کی ضرورت ہے تمہاری ضرورت ہے
زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا ۔ تم نہ سو جانا کہیں ۔ پھر کہو؟
زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا ۔ ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے ۔
آج زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا ۔ آج زمانہ اہلحدیث کی یلغار کا منتظر اہلحدیث
کی للکار کا منتظر ، اہلحدیث کی پکار کا منتظر ہے ۔ اور انشاء اللہ ہم اہلحدیث کے اس جھنڈے
کو ہاتھ میں تھام کر میدان میں آگئے ہیں (پُرجوش نعرے ۔ آگئے آگئے ۔ وہابی آگئے چار
دفعہ) انشاء اللہ ہم آج آگئے ہیں میدان میں ۔ (پُرجوش نعرے ۔ جیوے جیوے ۔ علامہ
جیر جیوے چار دفعہ) سُن لو! آج ضرورت ہے رب کا قرآن ایک ہاتھ میں تھامنے کی ، محمدؐ کا
فرمان دوسرے ہاتھ میں تھامنے کی ۔ اُٹھو! زمانہ تمہارے قدموں کا منتظر ہے تمہارے قدموں
کی چاپ پر اس نے کان لگائے ہوئے ہیں ۔ اُٹھو! زمانے کو بتلا دو؟ ۔
قرآن وسنت کے فدائی آگئے ہیں اور ہاتھ بلند کر کے سب کہو؟ ۔ وہ قرآن وسنت
کے فدائی آگئے ہیں ، اُٹھ کے بولو اُٹھ کے؟ ۔ قرآن وسنت کے فدائی آگئے ہیں ۔
انشاء اللہ ۔ اب اس ملک میں آئے گا تو رب کا قرآن آئے گا ۔ اس ملک میں آئے
گا ۔ تو محمدؐ کا فرمان آئے گا اور جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنے گا وہ یہاں
سے جائیگا ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ